ہفت روزہ

ختمِ نبوت

کراچی

مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کا ترجمان

فاقيموا الصلاة

جلد ۲

۲۰ شعبان تا ۲۶ شعبان ۱۴۰۳ھ مطابق ۴ جون تا ۱۰ جون ۱۹۸۲ء

شمارہ ۲

خصائل نبوی برشمائل ترمذی۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامہ کا بیان

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب سہارنپوری مہاجر مدنی رح

۴۔ حدثنا هارون بن اسحٰق الهمدانی حدثنا یحیی بن محمد المدنی عن عبد العزیز ابن محمد عن عبید اللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اعتم سدل عمامته بین کتفیه قال نافع وکان ابن عمر یفعل ذلک قال عبید اللہ ورأیت القاسم بن محمد وسالمًا یفعلان ذلک۔

۴۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب عمامہ باندھتے تو اس کے شملے کو اپنے دونوں مونڈھوں کے درمیان یعنی پچھلی جانب ڈال لیتے تھے۔ نافع یہ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایسے ہی کرتے دیکھا۔ عبیداللہ جو نافع کے شاگرد ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے زمانے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے قاسم بن محمد کو اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے سالم بن عبداللہ کو ایسے ہی کرتے دیکھا۔

فائدہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ شملہ کے بارے میں مختلف رہی ہے۔ شملہ چھوڑنے کا معمول اکثر تھا۔ حتیٰ کہ بعض علماء نے یہاں تک کہہ دیا کہ بغیر شملے کے باندھنا ثابت ہی نہیں لیکن محققین کی رائے یہ ہے کہ گاہے بغیر شملہ چھوڑے بھی عمامہ باندھ لیتے تھے اور شملہ چھوڑنے میں بھی مختلف معمول رہا ہے اور کبھی آگے دائیں جانب، کبھی پیچھے دونوں مونڈھوں کے درمیان شملہ چھوڑتے تھے کبھی عمامہ کے دونوں سرے شملہ کے طریقے پر چھوڑ لیتے تھے۔ علامہ مناوی نے نقل کیا ہے کہ ثابت اگرچہ سب صورتیں ہیں لیکن ان میں افضل اور زیادہ صحیح دونوں مونڈھوں کے درمیان یعنی پچھلی جانب ہے۔

۵۔ حدثنا یوسف بن عیسٰی حدثنا وکیع حدثنا ابو سلیمان وهو عبد الرحمٰن بن الغسیل عن عکرمة عن ابن عباس رضی اللہ عنهما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطب الناس وعلیہ عمامة دسماء۔

۵۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ خطبہ پڑھا اور آپ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا یا چکنی پٹی تھی۔

فائدہ ۔ یہ قصہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الوفات کا ہے۔ اور آخری وعظ ہے کہ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ منبر پر تشریف لے گئے نہ کوئی خطبہ پڑھا۔ اس میں انصار کی مراعات کا خاص طور سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا۔ ان کے محاسن اور احسانات گنوائے اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جو تم میں سے کسی چیز کا بھی امیر بنایا جائے وہ ان کی خاص طور سے رعایت کرے اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک

باقی صہ ۲۴ پر ملاحظہ فرمائیں

ملک اسلامیہ کا بین الاقوامی ہفت روزہ — ختم نبوت

ہفت روزہ ختم نبوت کراچی

زیر سرپرستی
حضرت مولانا خان محمد صاحب دامت برکاتہم
سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف

مدیر مسئول
عبدالرحمٰن یعقوب باوا

مجلس ادارت
مفتی احمد الرحمان
مولانا محمد یوسف لدھیانوی
ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر
مولانا بدیع الزمان
مولانا منظور احمد الحسینی

مینیجر
علی اصغر چشتی صابری، ایم۔اے۔ایل۔ایل۔بی

فی پرچہ ۔ ڈیڑھ روپیہ

بدل اشتراک
سالانہ ــــــ ۶۰ روپیہ
ششماہی ــــــ ۳۵ روپیہ
سہ ماہی ــــــ ۲۰ روپیہ

برائے غیر ممالک بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک
سعودی عرب ــــــ ۲۱۰ روپیہ
کویت، امارات، شارجہ، دوبئی، اردن اور
شام ــــــ ۲۲۵ روپیہ
یورپ ــــــ ۲۹۵ روپیہ
اسٹریلیا، امریکہ، کنیڈا ــــــ ۲۷۰ روپیہ
افریقہ ــــــ ۲۱۰ روپیہ
افغانستان، ہندوستان ــــــ ۱۹۵ روپیہ

رابطہ دفتر
دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت جامع مسجد باب الرحمت ٹرسٹ پرانی نمائش کراچی ۳

ناشر۔ عبدالرحمٰن یعقوب باوا
طابع۔ کلیم الحسن نقوی انجمن پریس، کراچی
مقام اشاعت۔ ۲/۸ سائرہ منیشن ایم اے جناح روڈ، کراچی

فہرست

۱ خصائل نبوی برشمائل ترمذی۔ ۲
شیخ الحدیث، مولانا زکریا صاحبؒ

۲ ڈاکٹر عبدالسلام کو لفٹ نہ دیں ۴
جناب محمد نعیم آسی صاحب سیالکوٹ

۳ ابتدائیہ

۴ مرزا غلام احمد اپنی تحریروں کے آئینے میں ۷
جناب حکیم عبدالرحمٰن صاحب آزاد

۵ رفع و نزول عیسیٰ ۹
حضرت مولانا یوسف صاحب لدھیانوی

۶ ختم نبوت کانفرنس بھاول پور ۱۱

۷ مولانا محمد علی مونگیریؒ اور تردید قادیانیت ۱۵
از حضرت مولانا سید محمد الحسنی ندوی

۸ پیارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پیارے ساتھی ۱۶
حضرت مولانا بدر عالم صاحب مہاجر مدنیؒ

کتابت
محمد عبدالستار واحدی
غلام یٰسین تبسم

ڈاکٹر عبدالسلام کو لفٹ نہ دیں

جناب محمد نعیم آسی صاحب۔ سیالکوٹ

اسلام آباد میں اسلامی کانفرنس برائے سائنس کا انعقاد ایک نہایت خوش آئند اقدام ہے، بلا شبہ یہ اسلامی ممالک کی بہت بڑی ضرورت ہے کہ وہ سائنس اور ٹیکنالوجی میں اپنی استعداد بڑھانے کے لیے باہم مل جل کر کام کریں۔ "سائنسی تحقیق اور تکنیکی ترقی کے شعبوں میں مشترکہ اقدامات کو منظم کرنا" وقت کا نہائت اہم تقاضا ہے اور یہ "منادی" بھی عین تقاضائے وقت ہے کہ "اسلامی اُمّہ اس صدی کے آخر تک اسلامی سائنس اور ٹیکنالوجی کا نظام قائم کرے تاکہ وہ ان شعبوں میں ۲۱ ویں صدی کے دوران دوسروں کے ہم پلہ بنیں"۔

لیکن ہم یہ کہنا اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ یہ اعلان اسلام آباد "مری تعمیر میں مضمر ہے اک صورت خرابی کی" کا ایک پہلو بھی اپنے ساتھ رکھتا ہے اسلامی دنیا کی اس اہم ترین کانفرنس میں ڈاکٹر عبدالسلام کو شریک کرنا نہائت سنگین غلطی ہے۔ اور اگر اس پر نظر ثانی نہ کی گئی تو اس کے نتائج انتہائی خطرناک ہوں گے۔ صدر مملکت سے ایک سیدھا سادا سوال ہے۔ کیا ڈاکٹر عبدالسلام مسلمان سائنس دان ہیں؟ پھر کس حیثیت سے ان کو ایک اسلامی کانفرنس میں مدعو کیا گیا؟؟ یہ حقیقت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں کہ ڈاکٹر عبدالسلام نے ۱۹۷۴ء میں اپنے منصب سے استعفیٰ کیوں دیا اور کیوں ملک سے باہر چلے گئے، انہیں اس بات پر اعتراض تھا کہ قانون ساز اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا فیصلہ کیوں کیا۔ یہ حقیقت الم نشرح ہے کہ قادیانی دنیائے اسلام میں امریکہ و برطانیہ کے ایجنٹ ہیں۔ اسرائیل اور قادیان (بھارت) میں ان کے مشن ہیں۔ وہ اسرائیل جو فلسطینیوں کے خون کا پیاسا ہے اپنے ہاں ان کا وجود گوارہ کر رہا ہے، کس لیے؟ ہمیں یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ قادیانی ان سب ملکوں کے چہیتے ہیں جنہیں پاکستان سے دشمنی اور عالم اسلام کی ہمہ پہلو ترقی سے بیر ہے۔ یہ مسلمان ملکوں میں اسلام دشمن طاقتوں کا "ففتھ کالم" ہیں۔ ڈاکٹر عبدالسلام کو اگر "نوبل پرائز" ملا تو صرف اس لیے کہ وہ قادیانی ہیں۔ ورنہ پاکستان میں ایک سے ایک لائق سائنسدان موجود ہے مگر چونکہ وہ مسلمان ہیں اور بڑی طاقتوں کا گماشتہ بننے کے لیے تیار نہیں، اس لیے وہ ہر عالمی پرائز سے ہمیشہ محروم رہیں گے ترکی کے اس مسلمان سائنسدان کے ساتھ کیا ہوا جس نے سب سے پہلے ایٹم کو توڑنے کا راز دریافت کیا۔ اسی طرح علامہ محمد اسد کی مثال ہمارے سامنے ہے پہلا قتل ہو گیا۔ دوسرا محروم رکھا گیا۔

موجودہ حکومت اور اسلامی کانفرنس برائے سائنس میں شریک تمام مسلمان ممالک ہمارے یہ الفاظ نوٹ کر لیں کہ مسلمان ملکوں کی سائنسی تحقیق اور تکنیکی ترقی کے شعبوں میں مشترکہ اقدامات

باقی صفحہ ٦ پر

www.amtkn.com www.facebook.com/amtkn313 www.emaktaba.info

5

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہٗ۔

جناب صدر وضاحت فرمائیں۔

کیا ڈاکٹر عبد السلام (قادیانی) مسلمان ہے؟

ملک میں مارشل لاء کے نفاذ کو چھٹا سال پورا ہو رہا ہے۔ اس چھ سالہ عرصہ میں ملک میں اسلامی قدروں کو کس قدر فروغ ہوا؟ وہ کسی تفصیل و وضاحت کا محتاج نہیں، البتہ ایک بات خاص طور سے نمایاں ہے وہ یہ ہے کہ اس عرصہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کی ملعون امت کی جس قدر حوصلہ افزائی ہوئی اس کی مثال گذشتہ ادوار میں نہیں ملتی۔

یہ بات سب کو معلوم ہے کہ ۷۷ء کے انتخابات میں قادیانی امت، مسٹر بھٹو کی حلیف تھی۔ لیکن ۲۹، مئی ۷۴ء کو ربوہ اسٹیشن پر قادیانی جارحیت کے نتیجے میں ختم نبوت کی جو تحریک چلی مسٹر بھٹو کو اس کے سامنے ہتھیار ڈالنے پڑے اور اس نے بادل نخواستہ ۷ ستمبر ۷۴ء کو اپنے حلیفوں (قادیانیوں) کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا مسلمانوں کو توقع تھی کہ اب اندرون و بیرون ملک اس شجرۂ ملعونہ (قادیانیت) کو اسلام کے نام پر پنپنے کا موقع نہیں ملے گا، لیکن صدر جنرل محمد ضیاء الحق کے قادیانیوں کے ساتھ "حسن سلوک" نے مسلمانوں کی توقعات کو خاک میں ملا دیا۔ اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

۱۔ ملک میں پہلی بار ایک قادیانی کو ایک صوبے کا گورنر مقرر کیا گیا اور جب مفتی محمود صاحب مرحوم و مغفور نے اس پر اعتراض کیا تو جناب صدر نے فرمایا "مفتی صاحب! یہ تو بہت اچھے آدمی ہیں"

۲۔ ملک میں بہت سے کلیدی عہدے ہمیشہ سے قادیانیوں کے پاس چلے آتے تھے۔ لیکن ۷۴ء کے بعد اس سلسلہ میں کچھ احتیاط ملحوظ رکھنے کا پہلو اختیار کیا گیا تھا، موجودہ حکومت نے ان تمام احتیاطی پہلوؤں کو کالعدم قرار دے ڈالا۔ اب انتظامیہ کا کوئی شعبہ مشکل سے ایسا ہو گا جس کی شہ رگ پر کوئی نہ کوئی قادیانی نہ بیٹھا ہو۔

۳۔ پی آئی اے کے عملہ میں چھانٹی کر کے نہ صرف بہت سے قادیانیوں کو بھرتی کیا گیا۔ بلکہ اس کا سربراہ ایک قادیانی مقرر کیا گیا۔

۴۔ ۷۳ء کے آئین کو، جس میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تھا۔ پہلے معطل کیا گیا۔ پھر متعلقہ دفعات کو منسوخ کیا گیا، مسلمانوں کے احتجاج پر قادیانیوں سے متعلقہ دفعہ کو بحال کرنے کا اعلان کیا گیا۔ مگر اب پھر سے ۷۳ء کے آئین کی منسوخی اور نئے آئینی خاکہ کی تیاری کی خبریں سننے میں آ رہی ہیں۔

د۔ ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی وہ رسوائے زمانہ شخص ہے جس نے ۷۴ء کی آئینی ترمیم کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے نہ صرف اپنے منصب سے استعفیٰ دیا۔ بلکہ پاکستان کی شہریت ترک کرکے برطانوی شہریت اختیار کر لی اور اعلان کیا کہ میں ایسے ملک میں نہیں رہنا چاہتا جس کا آئین قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیتا ہو۔

اس سڑے ہوئے قادیانی کے ساتھ جناب صدر نے جو ناقابل فہم "حسن سلوک" کا مظاہرہ کیا وہ یہ تھا کہ:

الف: جب یہودیوں نے اپنے پروردہ ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کو (محض اس کے استعماری آلۂ کار اور مسلمانوں کا دشمن ہونے کی وجہ سے) نوبل پرائز سے نوازا تو جناب صدر نے اسی اسمبلی ہال میں، جس نے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا تھا، ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کے اعزاز میں ایک تقریب منعقد کی۔ ڈاکٹر عبدالسلام کو لندن سے بلوایا اور ایک عظیم الشان ملکی اعزاز عطا فرمایا۔ اور ڈاکٹر صاحب نے جناب صدر کے زیر سایہ یہ اعلان کیا کہ "میں پہلا مسلمان سائنس دان ہوں، جس کو یہ اعزاز نصیب ہوا" گویا جناب صدر نے اسی اسمبلی ہال میں ڈاکٹر عبدالسلام سے یہ فقرہ کہلا کر قادیانیوں کو مسلمان ہونے کی سند عطا کی۔ اور قادیانیوں کے بارے میں اسمبلی کے ۷ ستمبر ۷۴ء کے فیصلے کو کالعدم قرار دیا۔

ب: اخباری اطلاع کے مطابق جناب صدر نے ڈاکٹر عبدالسلام کو قرآن مجید کے کیسٹوں کا سیٹ بطور تحفہ عطا فرمایا جس کے ذریعے یہ تاثر دیا گیا کہ قادیانی پکا سچا مسلمان ہے اور قرآن کا بڑا عاشق ہے۔

ج: جناب صدر نے اعلان فرمایا کہ ڈاکٹر عبدالسلام کے گھر کو "قومی آثار" میں شامل کیا جائے گا، یہ "ایک مسلمان سائنسدان" کے اعزاز کی حیثیت سے کیا گیا

د: اب حال ہی میں سائنس کے موضوع پر اسلام آباد میں ایک اسلامی کانفرنس ہوئی جس میں ڈاکٹر عبدالسلام کو بھی مدعو کیا گیا — بلکہ یہاں تک سنا گیا ہے کہ ایک بین الاسلامی سائنس ادارہ کے قیام کی تجویز زیر غور ہے۔ جس کا سربراہ ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کو بنایا جائے گا؟۔

ہم جناب صدر سے یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ کیا ان کے نزدیک ڈاکٹر عبدالسلام مسلمان ہے؟۔ اور کیا وہ قادیانیوں کے بارے میں پاکستان قومی اسمبلی کے فیصلے کو تسلیم نہیں کرتے؟ یا کیا ڈاکٹر عبدالسلام نے قادیانیت سے توبہ کر لی ہے؟ اگر ایسا نہیں بلکہ ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی ہے اور قادیانی قطعی طور پر غیر مسلم ہیں اور ان کا شمار ہندوؤں، سکھوں اور چوہڑوں جیسی غیر مسلم اقلیتوں میں ہوتا ہے تو سوال یہ ہے کہ جناب صدر بار بار ڈاکٹر عبدالسلام کو "مسلمان" ثابت کرکے اسلام کا مذاق کیوں اڑاتے ہیں۔؟

بقیہ:- ڈاکٹر عبدالسلام۔

کی تمام اسکیم اس شخص کی معرفت امریکہ بہادر تک پہنچا دی جائے گی۔ بلکہ اس شخص کی ساری جدوجہد اسی غرض سے ہے یہ پاکستان یا اسلامی دنیا کے ساتھ ہرگز ہرگز مخلص نہیں ہے اسلام دشمن طاقتوں کے لیے مسلمان ملکوں خصوصاً پاکستان کی ترقی کے راز معلوم کرنا مشکل ہو رہا تھا۔ انہوں نے ڈاکٹر عبدالسلام کے ذریعے نقب لگائی ہے تاکہ معلومات حاصل کرکے وہ مسلمان ملکوں کی سائنسی ترقی میں رخنہ ڈال سکیں۔

ہوشیار اے مرد مسلمان ہوشیار

لہٰذا آئندہ اس قسم کی کسی کانفرنس میں ڈاکٹر عبدالسلام کو شرکت کی اجازت نہ ملنی چاہیئے۔ حکومت کا فرض ہے کہ وہ اس فیصلے کا دو ٹوک اعلان کرے۔

مرزا غلام احمد اپنی تحریروں کے آئینے میں

جناب حکیم عبدالرحمٰن صاحب آزاد

امت مرزائیہ کے سربراہ آنجہانی مرزا غلام احمد فروری ۱۸۳۵ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۸۶۴ء میں ـــــــ سیالکوٹ کی عدالت میں بطور محرر ملازمت کی ۱۸۸۰ء تا ۱۸۸۴ء میں براہین احمدیہ کی چار جلدیں شائع کیں رجبکہ لوگوں سے پچاس جلدیں شائع کرنے کا وعدہ کیا تھا جب چار جلدوں کے بعد مرزا صاحب خاموش ہو گئے تو لوگوں کے شدید احتجاج کے بعد پانچواں حصہ شائع کیا اور یہ لکھ کر نقض عہد کر دیا کہ پانچ اور پچاس کے عدد میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے اس لئے پانچ حصوں سے وہ وعدہ پورا ہو گیا۔ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۷ دیباچہ) مارچ ۱۸۸۲ء میں مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کیا، ۱۸۸۹ء میں بیعت کا اعلان کر دیا ۱۹۰۱ء میں دعویٰ نبوت کیا جبکہ ۱۸۹۰ء میں حضرت عیسیٰ کی وفات کا اعلان کر چکے تھے ۱۹۰۱ء میں ہی جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھی ۱۹۰۴ء کو سیالکوٹ کے ایک جلسہ میں کرشن ہونے کا اعلان کیا۔ نبوت کے اعلان کے سات برس بعد مرزا صاحب ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو لاہور احمدیہ بلڈنگ میں فوت ہوئے۔ (تحقیقی عدالت کی منیر رپورٹ ۱۹۵۴ء)

مرزا صاحب نے بے شمار دعوے الہامات اور پیشگوئیاں کیں لیکن اپنے صدق و کذب کے لئے جو اصول خود ہی وضع کئے۔ انہوں نے آپ کی پرلپشہ عمر بھی موافقت نہ کی مثلاً مرزا صاحب نے اپنے صدق و کذب کو جانچنے کے لئے پیشگوئیوں کو معیار ٹھہرایا ہے چنانچہ ملاحظہ ہو:

(۱) ہمارا صدق و کذب جانچنے کے لئے ہماری پیشگوئیوں سے بڑھ کر کوئی محک امتحان نہیں۔

(آئینہ کمالات)

(۲) ممکن نہیں کہ نبیوں کی پیشگوئیاں ٹل جائیں۔

(کشتی نوح)

(۳) کسی انسان کا اپنی پیشگوئی میں جھوٹا نکلنا خود تمام رسوائیوں سے بڑھ کر ہے۔

(تریاق القلوب)

خلاصہ۔ مرزا صاحب کی اگر پیشگوئیاں غلط ہوں تو وہ غلط، اگر صحیح تو مرزا بھی صحیح، نبیوں کی پیشگوئیاں واقع ہو کر رہتی ہیں۔ میں نبی ہوں لہٰذا میری صداقت پیشگوئیوں سے ظاہر ہو گی، ملہم کا ایک پیشگوئی میں جھوٹا نکلنا خود تمام رسوائیوں سے بڑھ کر ہے، نبی اگر رسوا ہو تو خدا کی خدائی پر حرف آتا ہے۔ جب مرزا صاحب کے اس معیار پر آپ کو پرکھا تو صداقت کے بجائے کذب پر پورے اترتے رہے۔

مرزا صاحب کی ایک پیشگوئی

مرزا صاحب نے ۱۰ فروری ۱۸۸۸ء کو ایک خط اخبار نور افشاں میں شائع کیا۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا محمدی بیگم دختر احمد بیگ تیرے نکاح میں آئے گی بصورت دیگر وہ گھر خطرناک مصائب کا شکار ہو جائے گا۔ (آئینہ کمالات)

(۲) میری صداقت کا یہ نشان ہوگا۔ باکرہ یا بیوہ ہونے کی حالت میں میری زوجیت میں ضرور داخل ہوگی۔
(آئینہ کمالات)

(۳) یہ نکاح خود اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ کر دیا ہے مجھے خدا کی قسم ایسا ہی ہوگا فیصلہ آسمانی صفحہ ۴

(۴) اس عورت کا میرے نکاح میں آنا تقدیر مبرم ہے نفس پیشگوئی یہ ہے یہ نہیں ٹل سکتی کیونکہ اس الہام میں یہ لفظ ہیں لا تبدیل لکلمات اللّٰہ۔ یعنی میری یہ بات ہرگز نہ ٹلے گی پس اگر ٹل جائے تو خدا کا کلام باطل ہوتا ہے۔
(اشتہار مرزا۔ ۶ اکتوبر ۱۸۹۴ء)

(۵) اگر یہ نکاح میرے ساتھ نہ ہوا تو میں جھوٹا ٹھہروں گا۔ (آئینہ کمالات)

(۶) اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیشگوئی پوری نہ ہوگی اور میری موت آ جائے گی (انجام آتھم صفحہ ۳۱۔)

(۷) یقیناً یہ انسان کا افترا نہیں نہ یہ کسی خبیث مفتری کا کاروبار ہے اگر خدا کا وعدہ پورا نہ ہوا تو میں ہر ایک بد سے بد تر ٹھہروں گا۔
(ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۵۴)

ایک طرف تو مرزا صاحب کامل یقین کا اعلان کر رہے ہیں دوسری طرف مرزا صاحب محمدی بیگم کے ماموں کو انعام دینے کا وعدہ کر رہے ہیں کہ وہ رشتہ کروا دے۔ (سیرت المہدی)
اس طرح مرزا صاحب نے چار عدد خطوط تحریر فرمائے۔ ایک خط احمد بیگ کے بہنوئی علی شیر کے نام لکھا کہ تمہارے گھر والے میرے نکاح کے مخالف ہیں کہ میں کوئی بوڑھا چار ہوں جو میرے ساتھ ان کی لڑکی کی شادی نہیں ہو سکتی وہ مجھے ذلیل و رُو سیاہ کرنا چاہتے ہیں اگر وہ باز نہ آئے تو آپ کی لڑکی عزت بی بی کو اپنے بیٹے سے طلاق دلوا دوں گا یا پھر لڑکے کو عاق کر دوں گا۔ وغیرہ وغیرہ۔
(۲ مئی ۱۸۹۱ء غلام احمد از لدھیانہ اقبال گنج)

دوسرا خط

عزت بی بی کی والدہ کے نام مجھے خبر ملی ہے کہ محمدی کا چند روز کو نکاح ہونیوالا ہے اگر ایسا ہوا اور تو نے اپنے بھائی احمد بیگ کو اس فعل سے نہ روکا تو تیری لڑکی کو طلاق اسی دن سے ہو جائے گی وغیرہ۔
(لدھیانہ ۴ مئی ۱۸۹۱ء)

تیسرا خط

یہ خط مرزا صاحب نے اپنی بہو سے اس کی والدہ کو لکھوایا۔

از طرف عزت بی بی بطرف والدہ۔ اس وقت میری بربادی اور تباہی کا خیال کرو میرے ماموں کو سمجھاؤ۔ اگر نہیں سمجھاؤ گے تو پھر میری طلاق ہوگی۔ ہزار طرح کی رسوائی ہوگی اگر منظور نہیں تو مجھے اس جگہ سے لے جاؤ پھر میرا اس جگہ ٹھکانہ نہیں۔

چوتھا خط

مرزا صاحب کا مرزا احمد بیگ کے نام۔
آپ کے دل میں گو اس عاجز کی نسبت کچھ غبار ہو بندہ آپ کا خیر خواہ ہے خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں یہ الہام خدا کی طرف سے ہے کوئی مکر و غم کی بات نہیں میں نہایت ادب اور عاجزی ملتمس ہوں کہ اس رشتہ سے انحراف نہ کریں لوگ مساجد میں دعائیں کرتے ہیں لوگ مجھے رسوا کرنا بھی چاہتے ہیں۔
(خاکسار غلام احمد ۱۷ جولائی ۱۸۹۲ء از مکرر فضل حقانی)

جب ان خطوط کا بھی اثر نہ ہوا اور ہر طرف لوگ مرزا صاحب کے اس دعویٰ اور افترا کا مذاق اڑا رہے تھے تو مرزا صاحب نے ہمت نہ ہاری اور غصے میں آ گئے اور فرمانے لگے۔

"نادان دوست منتظر نہ رہے بلکہ بدگوہری کا اظہار کر رہے ہیں جب یہ باتیں پوری ہوں گی کیا اس دن یہ احمق جیتے رہیں گے کیا سچائی کی تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو جائیں گے۔ ان بیوقوفوں کو بھاگنے کی کوئی جگہ نہ رہے گی نہایت صفائی سے ناک کٹ جائے گی اور ذلت کے سیاہ داغ ان کے منحوس چہروں کو ... (باقی صفحہ ۱۲ پر)

رفع ونزول عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں گیارہویں صدی کے اکابرین امت کا عقیدہ

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی

شیخ علی دوہ صوفی کا عقیدہ

شیخ مصلح الدین نلوتی کے خلیفہ الامام العارف الشیخ علی دوہ البوسنوی (۱۰۰۷ھ) اپنی کتاب "خواتم الحکم" میں سوال ۶۹ کے تحت لکھتے ہیں:

وقوله تعالٰی خاتم النبیین ای لا نبی بعده ای لا ینبأ احد بعده وعیسٰی نبی قبله ۔

اور حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں یعنی آپ کے بعد کسی کو نبوت عطا نہیں کی جائے گی۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کو آپؐ سے پہلے نبوت مل چکی ہے۔

(بحوالہ جواہر البحار للنبہانی) (ص ۱۳۶۲)

شیخ ابو المنتہیٰ حنفی کا عقیدہ

الشیخ العلامہ ابو المنتہی احمد بن محمد المغنیاوی الحنفی (۱۰۹ھ) شرح فقہ اکبر" میں حضرت امام اعظمؒ کے قول:

وخروج الدجال و یاجوج وماجوج و طلوع الشمس من مغربها ونزول عیسٰی علیه السلام من السماء وسائر علامات یوم القیامة علٰی ما وردت به الاخبار الصحیحة حق کائن۔

اور دجال کا نکلنا۔ یاجوج وماجوج کا نکلنا آفتاب کا مغرب کی جانب سے طلوع ہونا اور عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نازل ہونا اور دیگر علامات قیامت، جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہوئی ہیں، حق ہیں ضرور ہو کر رہیں گی۔

کی تائید میں "مصابیح السنۃ" کے حوالے سے صحیح مسلم کی حدیث ذکر کی ہیں جس میں دس علامات قیامت کا ذکر ہے۔

(۴۲)

شاہ عبدالحق محدث دہلوی کا عقیدہ

الامام العارف المحدث الفقیہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی (۹۵۸ - ۱۰۵۲ھ) اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں "باب نزول عیسیٰ علیہ السلام کے تحت لکھتے ہیں

بہ تحقیق ثابت شدہ است باحادیث صحیحہ کہ عیسیٰ علیہ السلام فرود می آید از آسمان بر زمین و می باشد تابع دین محمد را صلی اللہ علیہ وسلم وحکم می کنند شریعت آنحضرت الخ

(ص ۳۵۱، ج ۴)

احادیث صحیحہ سے تحقیق کے ساتھ ثابت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام (آخری زمانہ میں) آسمان سے زمین پر نازل ہوں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے تابع ہوں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر عمل کریں گے

علامہ خفاجی کا عقیدہ

الشیخ العلامہ احمد بن محمد بن عمر الحنفی المصری شہاب الدین ابوالعباس خفاجیؒ (۹۷۹ھ تا ۱۰۶۹ھ) تفسیر بیضاوی کے حاشیہ عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی" میں متعدد مواضع میں اس عقیدہ کی تصریح فرمائی ہے۔

سورۂ آل عمران کی آیت ص ۳۰ ج ۳ ۔ اور سورۂ النساء کی آیات ص ۱۹۵ تا ص ۔ اور سورۂ مائدہ کی آیت ص ۳۰۶ ج ۳ ۔ سورۂ احزاب کی آیت ختم نبوت ص ۱۷۶ ج ۷ سورۃ الزخرف

کی آمد وانا علم للساعۃ (صہ۴۴۹، ج۲)

مجدد الف ثانی کا عقیدہ

امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد بن عبد الاحد سرہندی (۹۷۱ ھ - ۱۰۳۴) نے مکتوبات شریفہ میں متعدد جگہ نزول عیسیٰ علیہ السلام کی تصریح کی ہے۔

دفتر اول کے مکتوب ۲۰۹ میں لکھتے ہیں:-

وخاتم ایں منصب سید البشر است۔

منصب نبوت کے خاتم سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

حضرت عیسیٰ بعد از نزول متابع شریعت خاتم الرسل خواہد بود

اور حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نازل ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی پیروی کریں گے۔

دفتر سوم کے مکتوب ۵۵ میں لکھتے ہیں:-

حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کہ از آسمان نزول خواہد فرمود متابعت شریعت خاتم الرسل خواہد نمود۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان سے نازل ہونگے تو خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں گے۔

⁂ ⁂ ⁂

شاہ نورالحق بخاری محدث دہلوی کا عقیدہ

شیخ الامام المفتی شاہ نورالحق بن شاہ عبدالحق بخاری محدث دہلوی (۹۸۳ ھ - ۱۰۷۳) تیسیر القاری شرح بخاری میں "باب نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام" کے تحت لکھتے ہیں

در ذکر نزول عیسیٰ در آخر زماں و ترویج نمودن دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم گفتہ اند۔ و تخصیص نزول عیسیٰ رفع عقیدہ باطلہ انصاری است کہ میدانستند عیسیٰ را یہود کشتند و بردار کشیدہ و نیز عیسیٰ اقرب

یعنی اس کا بیان کہ عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانہ میں نازل ہوں گے اور دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ترویج کریں گے۔ علماء نے کہا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی تخصیص اس بنا پر ہوئی کہ اس سے

انبیاء و مصدق آنحضرت بود و حیات وی بنص قطعی ثبوت پیوستہ۔

(صہ ۲۴۵، ج ۲)

نصاریٰ کے عقیدہ باطلہ کا رد منظور تھا۔ کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو یہود نے قتل کر دیا اور سولی دے دیا نیز اس لیے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمام انبیاء کرام علیہم السلام میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تر ہیں اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مصدق ہیں اور ان کا زندہ ہونا نص قطعی سے ثابت ہے۔

مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی

علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی (۹۸۸ - ۱۰۶۷ھ) حاشیہ خیالی میں لکھتے ہیں:

وانما اکتفی الشارح بذکر عیسیٰ علیہ السلام لان حیاتہ ونزولہ الی الارض واستقرارہ علیہ قد ثبت باحادیث صحیحۃ بحیث لم یبق فیہ شبھۃ۔ ولم یختلف فیہ احد بخلاف الثلاثۃ الباقیۃ۔

(صہ ۱۴۳)

اور شارح نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر پر اکتفا اس لیے کیا کہ ان کا زندہ ہونا زمین پر نازل ہونا اور زمین پر ٹھہرنا احادیث صحیحہ سے اس طور پر ثابت ہے کہ اس میں کوئی شبہ باقی نہیں رہا اور اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں۔ بخلاف باقی تین کے۔

⁂ ⁂ ⁂

علامہ خلخالی کا عقیدہ

علامہ حسین بن حسن الخلخالی (۱۰۱۴ھ) حاشیہ شرح عقائد جلالی میں لکھتے ہیں۔

قولہ واما نزول عیسیٰ علیہ السلام ومتابعتہ لشریعتہ فھو مما نوک۔

شارح فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کا آخری زمانے میں نازل ہونا اور آپ کی

باقی صفحہ ۱۲ پر ملاحظہ فرمائیں

مولانا اسلم قریشی کے قاتلوں کو تختۂ دار پر لٹکایا جائے۔ مولانا تاج محمود

مرزائیت یہودیت کا چربہ ہے۔ مولانا محمد شریف جالندھری

ختم نبوت کانفرنس بہاولپور میں قائدین تحریک ختم نبوت کا ولولہ انگیز خطاب

۲۰ اپریل مجلس تحفظ ختم نبوت بہاولپور کے زیر اہتمام جامع مسجد الصادق میں عظیم الشان کانفرنس منعقد ہوئی جس کی صدارت شیخ المشائخ حضرت مولانا خان محمد صاحب امیر مرکزیہ مجلس تحفظ ختم نبوت نے کی۔

کانفرنس سے تاج العلماء مولانا تاج محمود چیف ایڈیٹر لولاک مفکر ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھری، مناظر اسلام مولانا عبدالرحیم اشعر، مولانا نور الحق نور پشاور، خطیب ربوہ مولانا اللہ وسایا، مولانا غلام مصطفےٰ، مولانا محمد یوسف، مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی نے خطاب کیا۔ مقامی انتظامیہ نے لاؤڈ سپیکر کی اجازت نہ دی۔ لیکن اجتماع کا ولولہ اور جوش دیدنی تھا کانفرنس کا آغاز قاری نصر اللہ مدرس دار العلوم فاروق اعظمؓ کی تلاوت سے ہوا۔ تلاوت کے بعد مداح رسول مقبول جناب صوفی محمد حفیظ جالندھری نے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور نذرانۂ عقیدت پیش کیا۔ نعت کے بعد خطیب ربوہ مولانا اللہ وسایا نے تحریک ختم نبوت کے اولین قائد رفیق غار و مزار سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سنہری کارناموں پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور فرمایا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی وہ عظیم المرتبت شخصیت ہیں جنہوں نے جھوٹے مدعیان نبوت و رسالت بالخصوص مسیلمہ کذاب کو جہنم رسید کیا۔ مولانا نے فرمایا کہ اگر حکومت اس ملک میں اسلامی قانون نافذ کرنا چاہتی ہے تو سیدنا صدیق اکبر کے اسوہ حسنہ کو اپنا کر جھوٹے مدعیان نبوت اور انکی معنوی اولاد کو تہہ و تیغ کرنا ہوگا۔ اور ارتداد کی شرعی سزا نافذ کرنا ہوگی۔ آخر میں خطیب ربوہ نے مرزائیوں کی ملک دشمن جارحانہ سرگرمیوں کا پردہ چاک کیا۔

مجلس تحفظ ختم نبوت پشاور کے ناظم اعلیٰ مولانا نور الحق نور نے فرمایا کہ مولانا اسلم قریشی کے اغوا کے بعد مرزائیوں کے جارحانہ عزائم سامنے آچکے ہیں۔ مولانا نے فرمایا کہ مجھے اس بات سے اتفاق نہیں کہ مولانا اسلم قریشی کو بازیاب کیا جائے کیونکہ وہ تو شہید ہو چکے ہیں۔ بلکہ مولانا قریشی کے قتل کا انتقام لیا جائے۔ مجمع نے ہاتھ ہلا ہلا کر کہا کہ مولانا اسلم قریشی کے قتل کا انتقام لیا جائے۔

مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے ناظم اعلیٰ مولانا محمد شریف جالندھری نے اپنی مخصوص پنجابی زبان میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ علامہ اقبالؒ نے فرمایا تھا کہ قادیانیت یہودیت کا چربہ ہے۔ مولانا جالندھری نے دلائل کی روشنی میں فرمایا کہ قادیانیت عالم اسلام کے مخالف کیمپ کا فرد ہے۔ جب بھی عالم اسلام پر کوئی مصیبت و پریشانی وارد ہوتی ہے۔ ربوہ میں گھی کے چراغ جلائے جاتے ہیں اور اظہار مسرت کیلئے نام نہاد "قصر خلافت" پر چراغاں کیا جاتا ہے۔ آپ نے حکومت کو خبردار کیا کہ قادیانی اسرائیل کے ایجنٹ ہیں اسرائیل کی فوج میں بھرتی ہیں۔ تل ابیب میں ان کا مشن موجود ہے۔ اور اسرائیل عالم اسلام کا بدترین دشمن

ہے۔ عراق کا ایٹمی ری ایکٹر تباہ کر چکا ہے۔ اور پاکستان کو بھی دھمکی دے چکا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر پاکستان ایٹمی پروگرام رکھتا ہے تو ایٹمی مراکز سے قادیانیوں کو نکالا جائے کیونکہ قادیانی اسرائیل کے نمک خوار ہیں۔ کہیں ہمارے ایٹمی پروگرام کا حشر عراق جیسا نہ کرا دیں۔

مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے شعبۂ تبلیغ کے انچارج اور مناظر اسلام علامہ عبدالرحیم اشعر نے اجتماع سے خطاب فرماتے ہوئے قادیانیت کا خوب کچا چٹھا کیا۔ مولانا نے حوالجات سے ثابت کیا کہ قادیانی انگریزوں کا الہامی عقیدہ رکھتے ہیں۔ انہوں نے آج تک نظریہ پاکستان کو تہہ دل سے قبول نہیں کیا۔ آئے دن ملک عزیز میں تخریب کاری کرتے رہتے ہیں۔ انہوں نے پنجاب پولیس کے رویے پر اظہار افسوس کرتے ہوئے فرمایا کہ پنجاب کی وہ پولیس جو ہواؤں کا رُخ سونگھ کر مجرموں کا پتہ لگا لیتی ہے۔ اور شبنم ڈکیتی کیس کے ڈاکوؤں کو چوبیس گھنٹے میں "تلاش" کر لیتی ہے۔ لیکن مولانا اسلم قریشی کے اغواء کا معمہ حل نہیں کر سکتی۔

جبکہ یہ بات اظہر من الشمس ہو چکی ہے کہ مولانا اسلم قریشی کے اغواء اور قتل کرنے والے قادیانی ہیں علامہ اشعر کے بعد مولانا غلام مصطفیٰ اور مولانا محمد یوسف بہاولپوری نے چند قراردادیں پیش کیں جو علیحدہ ذکر جائیں گی۔ سب سے آخری مقرر اور کانفرنس کے مہمان خصوصی اور مجلس احرار اور بعد ازاں مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے عظیم راہنما تاج العلماء مولانا تاج محمود ایڈیٹر لولاک کو دعوت سخن دی گئی۔ مولانا نے اپنے مخصوص انداز میں خطبہ مسنونہ کے بعد ملک میں قادیانیوں کی ریشہ دوانیوں اور ملک کی بگڑی ہوئی صورت حال کا تفصیل سے جائزہ لیا۔

مولانا نے فرمایا کہ قادیانی اپنے روز اول سے لیکر مسلسل تخریب کاری میں مصروف ہیں۔ لیکن ہر آنے والی حکومت مرزائیوں کو لگام دینے کے بجائے انہیں کھلی چھٹی دے دیتی ہے یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے مذموم مقاصد کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کیلئے ہر قسم کے ہتھکنڈے استعمال کرتے رہتے ہیں۔ مولانا نے فرمایا کہ مرزائیوں نے مولانا اسلم قریشی کو اغواء کر کے قتل کر دیا ہے لیکن مسلسل لیت ولعل سے کام لے کر مسلمانان پاکستان کو اضطراب اور پریشانی میں مبتلا کر رہی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی مجلس شوریٰ نے فیصلہ کیا ہے کہ ملک میں تقریباً دس لاکھ رضا کار بھرتی کئے جائیں۔ اور ۲۰ مئی کو پورے ملک میں یوم احتجاج منایا جائے۔ بعد ازاں ہم ہر صورت میں سیالکوٹ جائیں گے۔ اور اس وقت تک سیالکوٹ میں ہی رہیں گے جب تک مولانا قریشی کے قاتلوں کو گرفتار کر کے تختہ دار پر نہیں لٹکایا جائے گا۔

نیز مجلس نے فیصلہ کیا ہے کہ ملکی سطح پر تمام مذہبی جماعتوں کا اجلاس بلایا جائے۔ جسمیں اجتماعی طور پر مولانا قریشی کی بازیابی کے لئے کوشش کی جائے۔ ختم نبوت کانفرنس امیر مرکزیہ مولانا خان محمد دامت برکاتہم کی دعا پر اختتام پذیر ہوئی۔ واضح رہے کہ اس کانفرنس کے انتظامات میں الحاج محمد ذکراللہ، حاجی سیف اللہ، حاجی اشفاق احمد، ادریس احمد، حافظ محمد اسماعیل، قاری مشتاق احمد، حافظ محمد ذکریا، محمد یحییٰ اور محمد اقبال، عارف رضا اور دیگر کارکنوں نے رات دن محنت کر کے کانفرنس کو کامیابی سے ہمکنار کیا۔

قراردادیں

مجلس تحفظ ختم نبوت بہاولپور کے زیر اہتمام جامع مسجد الصادق میں عظیم الشان کانفرنس منعقد ہوئی جسمیں مندرجہ ذیل قراردادیں منظور کی گئیں۔

۱ ختم نبوت کانفرنس کا یہ عظیم الشان اجتماع حکومت پاکستان سے پُرزور مطالبہ کرتا ہے کہ مولانا اسلم قریشی کو اغواء ہوئے تقریباً ڈھائی ماہ کا عرصہ گذر چکا ہے لیکن ان کی بازیابی کیلئے حکومت لیت ولعل سے کام لے رہی ہے جبکہ یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ مولانا

موصوف کے قاتل قادیانی ہیں۔ لہٰذا یہ اجتماع مطالبہ کرتا ہے کہ موصوف کے قاتلوں کو فی الفور گرفتار کر کے تختۂ دار پر لٹکایا جائے۔ نیز یہ اجتماع یہ بھی مطالبہ کرتا ہے کہ گوجرانوالہ ڈویژن کے ڈی۔آئی۔جی میجر مشتاق اور ایس۔پی سیالکوٹ طلعت محمود کو وہاں سے فی الفور معطل کیا جائے۔ کیونکہ یہ دونوں افسران درپردہ مرزائیوں کے نمک خوار ہیں جو کیس کو صحیح سمت پر نہیں جانے دیتے۔

۲ حکومت نے حال ہی میں چند اقلیتوں (اسماعیلی، شیعہ، مرزائی) کو خوش کرنے کیلئے قومی تحویل میں لئے گئے سکول اور کالجز کو نجی شعبہ میں واپس دینے کا اعلان کیا ہے۔ لہٰذا یہ اجتماع پُرزور مطالبہ کرتا ہے۔ کہ سکول اور کالجوں کو نجی شعبہ میں واپس نہ کیا جائے۔ کیونکہ اس سے کئی اہم مسائل پیدا ہو سکتے ہیں۔

۳ یہ اجتماع پُرزور مطالبہ کرتا ہے۔ کہ اسلامی قوانین کے نفاذ کے سلسلہ میں کوشش ہو رہی ہیں۔ وہاں ارتداد کی شرعی سزا کو فی الفور نافذ کیا جائے۔ تاکہ اسلامی نظام کے قوانین کا نفاذ نامکمل نہ رہے

۴ مرزائیوں کو کلیدی اسامیوں سے علیحدہ کیا جائے۔ بالخصوص ایٹم بنانے والے محکموں سے کیونکہ یہ یہودیوں کے ایجنٹ ہیں۔

۵ یہ اجتماع یہ بھی مطالبہ کرتا ہے کہ مرزائیوں کا جملہ لٹریچر فی الفور ضبط کیا جائے۔ اور انکی مرتدانہ سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھی جائے۔ مساجد کی طرز پر عبادت گاہیں ممنوع قرار دی جائیں۔ سکولوں، کالجوں کے سرٹیفکیٹ اور شناختی کارڈ میں مذہب کے خانہ کا اضافہ کیا جائے۔ اور ان کو اسلامی اصطلاحات استعمال کرنے سے روکا جائے۔

۶ یہ اجتماع ضلعی انتظامیہ کے سربراہ جناب ڈپٹی کمشنر کے اس رویہ پر گہرے افسوس کا اظہار کرتا ہے کہ ہاکی میچ کیلئے اور سگریٹ کی پبلسٹی کیلئے تو کئی دن تک لاؤڈ سپیکر استعمال ہو سکتا ہے لیکن ختم نبوت کانفرنس کے لیے لاؤڈ سپیکر استعمال کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

۷ اجتماع گورنمنٹ پنجاب، ضلعی سول مارشل لاء انتظامیہ سے پُرزور مطالبہ کرتا ہے کہ محکمہ اخبارمیں پانچ اہم عہدوں پر فائز مرزائیوں اور قائداعظم میڈیکل کالج، گورنمنٹ ٹرانسپورٹ، اور دیگر اہم اداروں میں مرزائیوں کی مرتدانہ سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھی جائے۔ تاکہ شہر کا امن و امان بحال رہ سکے۔

بقیہ :- بقیہ تحریروں کے آئینہ میں

چہروں کو بندروں اور سوروں کی طرح کر دیا گئے۔
(آغاز تلوار میان کن)
(ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۵۳)

نتیجہ / محمدی بیگم کا نکاح سات اپریل ۱۸۹۲ء کو مرزا سلطان احمد بیگ سے ہو گیا۔ وہاں اس نے بحسن و خوبی پوری زندگی گذاری اور مرزا صاحب اس حسرت الہام کے بے وفا جوں میں گھلتے ہوئے ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو دنیا سے ہو گئے۔ محمدی بیگم ان کے بعد نصف صدی تک زندہ رہی ۱۹۶۶ء میں فوت ہوئی۔

اس طرح مرزا صاحب کا دعویٰ بقول ان کے اپنے معیار کے مطابق غلط ہو گیا جو انہوں نے خود ہی مقرر کیا تھا۔ ہم نے مرزا صاحب کے الفاظ ہی نقل کئے ہیں۔ اپنی طرف سے کچھ کہنا مناسب نہیں سمجھا وہ کون اور کیا ہیں فیصلہ ناظرین کرام کو کرنا ہو گا۔

وما علینا الا البلاغ

بقیہ خضاب ہوئی

میں شدید درد تھا جس کی وجہ سے پٹی کا باندھنا بھی موجب ہے اور چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سر مبارک پر تیل کی زیادہ مالش ہوتی تھی۔ جیسا کہ آئندہ آنے والا ہے۔ اس لیے اس پٹی یا چکنا ہونا بھی قرینہ قیاس ہے اور سیاہ عمامہ تو ظاہر ہے استعمال کسی قسم کا بعید نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تھی ہی۔ غرض علماء اس کے مطلب میں دونوں طرف گئے ہیں کہ بعض علماء نے سیاہ عمامہ کا ترجمہ فرمایا ہے اور بعض نے چکنی پٹی کا اور دونوں صحیح ہیں کہ لفظ بھی دونوں کو متحمل ہے اور قول بھی دونوں کے موافق ہے۔ اس حدیث کے راوی ابن الغسیل ہیں جو حضرت حنظلہ غسیل الملائکہ کی اولاد ہیں۔ حضرت حنظلہ کا لقب غسیل الملائکہ پڑگیا تھا جس کا ترجمہ فرشتوں کا غسل دیا ہوا ہے۔ ان کا عجیب واقعہ گزرا ہے کہ جس وقت احد کی لڑائی کے لیے کوچ ہوا ہے اور روانگی کا اعلان ہوا تو یہ اپنی اہلیہ کے ساتھ مشغول تھے اس حالت میں شور سنا معلوم ہوا کہ قافلہ روانہ ہو رہا ہے یہ بھی خبر سنتے ہی ساتھ ہولیے اور اتنی مہلت بھی نہ ہوئی کہ غسل سے فراغت پاتے۔ وہاں پہنچ کر شہید ہو گئے۔ چونکہ شہید کو غسل نہیں دیا جاتا اس لیے تحقیق فرمایا اور واپسی پر ان کی اہلیہ سے یہ سارا حال معلوم ہوا۔ درحقیقت ان حضرات کے نزدیک دین پر مرمٹنا اس کے لیے جان دے دینا اتنا ہی سہل تھا جتنا ہم لوگوں کو اپنی خواہشات دنیوی میں مشغول و منہمک ہو جانا آسان ہے۔

بقیہ نزولِ عیسیٰ

کقولہ خاتم النبیین لانہ اذا قولہ کان علی دینہ علی ان المراد انہ کان آخر کل نبی ولا نبی بعدہ۔

(حاشیہ خلخالی بر حاشیہ کلنبوی ص ۲۷۹ ج ۲)

شریعت کی پیروی کرنا آپ کے خاتم الانبیاء ہونے کی "تاکید کرتا ہے" اس لیے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو آپ کے دین کی پیروی کریں گے۔ علاوہ ازیں خاتم النبیین سے مراد یہ ہے کہ آپ شخص ہیں جن کو نبوت عطا کی گئی اور آپ کے بعد کسی کو نبوت نہیں دی جائے گی۔

(مطبع سعادت ۱۳۱۹ھ)

بقیہ پیارے ساتھی

ستارے ٹوٹ کر گر جائیں تو آسمان کے بعد آسمان کی خیر نہیں، اسی طرح میں اپنے صحابہؓ کے لیے برآت سے ایک سپر ہوں اور جہاں میں دنیا سے رخصت ہوا تو میرے صحابہؓ کی خیر نہیں اور اسی طرح میرے صحابہؓ کا وجود میری ساری امت کیلئے باعث حفظ و امن ہے اور جب میرے صحابہؓ کا دور ختم ہو جائے گا تو میری امت کی خیر نہیں۔ (مشکواۃ شریف ص ۵۵۲)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا کچھ مجمل نقشہ رزین کی روایت میں مذکور ہے اس سے انکی صفات عالیہ کا کچھ اندازہ لگایا جاسکتا ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب کسی کو کوئی صحیح طریقہ اختیار کرنا ہو تو وہ ان صحابہؓ کا طریقہ اختیار کرے جو خطرناک فتنوں سے محفوظ ہو کر دنیا سے گذر گئے اور ہم میں سے جو زندہ ہے اس کے متعلق نہیں کہا جاسکتا کہ وہ فتنوں کے چکر میں پڑ کر کدھر نکلیں گے۔ خوب یاد رکھو کہ وہ لوگ جو آنحضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے مشرف ہوئے وہ اس تمام امت میں سب سے افضل تھے، ان کے قلوب نیکی اور تقویٰ میں سب سے بڑھ کر۔ ان کا علم سب سے زیادہ گہرا اور نہایت بے تکلف اور یہ فضیلت اُن کے لیے کم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے سب سے افضل رسول کی رفاقت کے لیے پسند کیا اور ان کے ذریعہ سے اپنا پسندیدہ دین، دنیا میں صحیح طور پر پھیلایا، لہٰذا یہ تمہارا فرض ہے کہ تم بھی انکی اس فضیلت کو پہچانو اور ان کے نقش قدم پر چلتے رہو اور جہاں تک ممکن ہو انکی ایک ایک عادت اور اخلاق کو اختیار کرو کیونکہ وہ بلاشبہ ہدایت کی سیدھی راہ پر قائم تھے (مشکواۃ شریف ص ۳۲)

قسط نمبر ۲

مولانا محمد علی مونگیروی رح
اور
تردید قادیانیت

از حضرت مولانا سید محمد الحسنی ندوی

مولانا کے خطوط

مولانا نے اپنے مریدین، خلفاء اور اہل تعلق کو قادیانیت کے سلسلہ میں جو خطوط لکھے ہیں وہ ان کے افکار اور جذبات کو سمجھنے کے لئے بہت مستند ذریعہ اور قیمتی ذخیرہ ہیں ان کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا کی نگاہ میں اس تحریک کے مقابلہ اور استیصال کی کس درجہ اہمیت تھی اور وہ اس بارے میں کتنے ذکی الحس ہوگئے تھے اور مضطرب اور بے چین رہتے تھے اور چاہتے تھے کہ ان کے سب مسترشد اور اہل تعلق اس کے مقابلہ کے لئے اپنی ساری قوت اور صلاحیت کے ساتھ صف آرا ہو جائیں۔

ان کے نزدیک (جیسا کہ اوپر گزر رہا ہے) اس فتنہ کا مقابلہ اس وقت جہاد بالسیف سے کم نہ تھا اور انھوں نے جس جوش اور غیرت وحمیتِ ایمانی کے ساتھ اس کا ہر محاذ پر مقابلہ کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اُن کا محض نظریہ اور رائے نہ تھی بلکہ اُن کی زندگی کی ایک ایسی حقیقت تھی، جس کا سیدھا تعلق ان کے قلبی احساسات اور جذبات سے تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اُن کو جو محبت وعشق تھا یہ سب اس کی کرشمہ سازی تھی، اور اسی نے ان کے اندر یہ بیتابی کیفیت پیدا کردی تھی۔ ؎

کارِ زلف تست مشک افشانی ما عاشقان
مصلحت را تہمتے بر آہوئے چین بستہ اند

حاجی لیاقت حسین بھاگلپوری کو ایک مفصل خط کے آخر میں لکھتے ہیں:-

"تم کو چاہئے کہ اپنے تمام گاؤں کے بھائیوں کو اور جو لوگ تمہارے زیر اثر ہیں ان کو اس کام میں نظام کے ساتھ متوجہ کرو، یہ میری تحریر معمولی نہیں ہے، یہ کام تو خدا چاہے ہوگا اور ضرور ہوگا، دیکھئے کہ کون اس خدائی کام کو انجام دیتا ہے اور کون اس سے محروم رہتا ہے۔"

(کمالات محمدیہ صفحہ ۱۳۲)

مولانا نے اپنے مریدین سے کبھی چندہ نہیں لیا۔ اور نہ اس کو پسند کرتے تھے بلکہ جب بھی موقع ملتا خود ان کی امداد میں پیش قدمی کرتے، یہاں تک کہ اپنے خاص معتقدین اور خدام سے بھی فرمائش کرنے کے لئے روادار نہ ہوتے لیکن اس موقع پر انہوں نے اپنے مزاج کے خلاف بہت صفائی کے ساتھ اپنے مریدین کو مالی تعاون کرنے پر بھی آمادہ کیا۔

"بلله الحمد! میں بالکل سفرِ آخرت کے لئے تیار ہوں، اور یہ کام نہایت ضروری ہے۔ میں نے کبھی تم سے کسی قسم کا چندہ نہ لیا، نہ کسی قسم کی فرمائش کی، مگر اب یہ کام اس قدر ضروری ہے کہ بے کہے بات نہیں بنتی۔"

ہفت روزہ — ختم نبوت

اس خط میں آگے چل کر لکھتے ہیں:۔

"جب لوگ کفر و ارتداد اپنا جان و مال قربان کرکے خریدتے ہیں تو تعجب ہے کہ سچے مسلمان دین کی خدمت کیلئے تھوڑا سا اپنے "ہاتھ کا میل" بھی نہ دے سکیں۔"

(کمالات محمدیہ ص۲۴۷)

ایک عقیدت مند کو جنھوں نے حاجی لیاقت حسین کو اس کام کے لئے کچھ رقم پیش کی تھی۔ شکریہ کا خط لکھتے ہیں:۔

"تم نے جو کچھ عزیزی لیاقت حسین کو نہایت ضروری کام کے لئے دیا، وہ اس فقیر کو پہنچا، اللہ تعالیٰ تمھیں اس کا کافی بدلہ دونوں جہان میں عنایت کرے، تم جانتے ہو کہ میں نے یا میرے خاص آدمی نے کبھی کسی سے کچھ طلب نہیں کیا۔ اس وقت میاں لیاقت حسین تین سو سے کچھ زائد روپیہ لائے جنھوں نے نہایت خوشی سے روپیہ دیا، اللہ و رسولؐ اُن سے خوش ہوا اور یہ فقیر ان سے بہت خوش ہوا، میں تمھیں اس سے بھی آگاہ کرتا ہوں کہ اس وقت جھوٹ بہت شائع ہے، اور دینی حمیت جاتی رہی ہے اس لئے اکثر دینی کام میں صرف کرنا نہیں چاہتے اور دینی کام کرنے والوں کو الزام لگا کر دوسروں کو بھی روکتے ہیں۔"

(کمالات محمدیہ ص۲۴۹)

مولانا عبدالرحیم صاحب کو ایک خط میں لکھتے ہیں:۔

"تم سے جہاں تک ہو سکے اس گمراہ (غالباً سعید مختار) کا پیچھا کرو، جہاں جہاں وہ جائے تم بھی جاؤ اور دو باتیں کرو۔ اول یہ کہ جو غرباء اور معذورین یہاں نہ آسکیں اُن کو ہماری طرف سے بیعت کرو اور سلسلہ رحمانیہ میں داخل کرکے انھیں ایسی ہدایات کرو کہ وہ اس سلسلہ کے عاشق ہو جائیں اور کسی گمراہ کی باتوں کا ان پر اثر نہ ہو، دوئم یہ کہ میں تم سے زبانی بھی کہہ چکا ہوں، اور اس وقت خاص کر تم کو لکھ رہا ہوں تاکہ خوب مستعدی سے کام کرو، اور دیکھو محض اللہ کے واسطے کرو، جب انسان اللہ کا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے سب کاموں کا کفیل ہو جاتا ہے۔"

(خطوط بنام مولانا عبدالرحیم صاحب)

ے کچھ قادیانی مبلغ گوگری ضلع مونگیر اور اس کے آس پاس رسائل وغیرہ تقسیم کر رہے تھے ان میں غالباً سعید مختار بھی تھا، جس کا ذکر اوپر گذر چکا ہے۔

اس طرح کے خطوط مولانا اپنے خاص مریدین اور خلفاء کو برابر ارسال کرتے رہتے تھے۔ اور ان کو پوری قوت کے ساتھ اس نئی گمراہی اور بغاوت کے مقابلہ پر کمر بستہ ہو جانے کی تلقین کرتے، ان لوگوں کو مولانا سے غیر معمولی تعلق اور شیفتگی تھی۔ اس کی وجہ سے یہ خطوط سیکڑوں مواعظ اور رسائل کا کام کر رہے تھے اور اُن سے بڑے بڑے نتائج حاصل ہوتے تھے۔

چونکہ مولانا نے اس سے پہلے کبھی اس قسم کے مالی تعاون کی اپیل نہیں کی تھی، اس لئے اس کا بھی بہت اثر پڑ رہا تھا اور ہر شخص اس مہم میں مالی طور پر حصّہ لینے کے لئے کوشاں تھا۔

مولانا کی اس کامیاب جدوجہد میں ان حضرات کے پر خلوص تعاون کو بڑا دخل ہے اور اس میں ان خطوط و مکاتیب کا بلا شبہ بڑا حصّہ ہے جنھوں نے ان کو اس کی ترغیب دی اور اس پر آمادہ کیا

فیصلۂ آسمانی

مولانا کی سب سے پہلی اور سب سے اچھی تصنیف "فیصلۂ آسمانی" ہے۔ جو قادیانیوں کے حق میں واقعی "فیصلۂ آسمانی" ثابت ہوئی۔ یہ کتاب تین جلدوں میں ہے۔ اس کے تین ایڈیشن مولانا کی زندگی ہی میں شائع ہوگئے، لیکن کسی قادیانی کو اس کا جواب دینے کی ہمت نہ ہوئی۔ مولانا کی وفات کے بعد بھی کسی قادیانی نے اس کا جواب دینے کی جرأت نہ کی، قادیانیت کے خلاف سارے لٹریچر میں جو اب تک لکھا گیا ہے، یہ کتاب ایک خاص امتیاز رکھتی ہے۔ اور اپنے محکم طرزِ استدلال، اسلوب کی وضاحت اور صفائی، اور وسیع و طاقتور گرفت کے اعتبار سے بہت کم کتابیں اس معیار پر پوری اترتی ہیں۔

اس راہ کے نشیب و فراز کو دیکھتے ہوئے اور اس کے ایک بڑے مبصر (حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری) کی رائے یہ ہے کہ قادیانیت کے رد میں لکھی ہوئی اکثر کتابوں میں بعض جگہ احتمال کی گنجائش، یا استدلال میں کوئی خامی اور کمزوری نظر نہیں آتی۔

حقیقت یہ ہے کہ کتاب حشو و زوائد اور غیر ضروری دلائل سے بالکل پاک ہے۔ اور اس میں اپنے جذبات کو تسکین دینے کے بجائے قاری کو مطمئن کرنے کی زیادہ کوشش کی گئی ہے۔ دوسری طرف لکھنے والے کے درد و سوز اور اخلاص حسن نیت نے اس کی قیمت اور افادیت اور قوت تاثیر میں اور اضافہ کر دیا ہے۔

مولانا نے اس کتاب میں قادیانیت کی طرف عام مسلمانوں کے میلان کی جو وسیع گرفت کی ہے، اس سے اس سوال کا بڑی حد تک جواب مل جاتا ہے کہ اگر قادیانیت واقعی نبوت محمدیؐ کے خلاف بغاوت اور ایک متوازی دین کی دعوت ہے تو پھر اس قدر مسلمان اس کی طرف کیوں مائل ہوگئے اور انھوں نے اس میں کیا خاص فائدہ محسوس کیا اور اس سے ان کے کن جذبات کی تسکین ہوئی۔ مولانا اس مسئلہ پر فیصلۂ آسمانی حصۂ اول میں روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"حضرت مسیحؑ اور حضرت مہدیؑ کے آنے کی خبریں حدیثوں میں اس قدر آئی ہیں، کہ ہر خاص و عام جانتا ہے۔ مگر شاذ و نادر بہت سے سچے مسلمان آپ کے منتظر ہیں۔ خصوصاً اس نازک وقت کہ مسلمانوں کی دینی و دنیاوی ہر طرح کی حالت نہایت خراب بلکہ معرض زوال میں ہو رہی ہے۔ ایسے وقت میں حضرت مسیحؑ کے آنے کا مژدہ نہایت ہی مسرت بخش ہو سکتا ہے۔"

اس کتاب میں مولانا نے قادیانیت کے تجزیہ و تحلیل اور جانچ کے لئے دو تین اصول خاص طور پر پیش نظر رکھے ہیں۔ اُن کے نزدیک قادیانیت پر غور کرنے کا عام فہم اور صحیح طریقہ یہ ہے، کہ یہ دیکھا جائے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی آمد اور دعوائے نبوت سے دنیا کو اور مسلمانوں کو کیا فائدہ پہنچا۔ دوسرے یہ کہ جو علامات اور صفات حضرت مسیحؑ اور امام مہدی کی احادیث میں بیان کی گئی ہیں۔ وہ مرزا صاحب میں کہاں تک پائی جاتی ہیں۔ اور تیسرے یہ دیکھا جائے کہ جس شخص نے اتنا بڑا دعویٰ کیا ہے اُس کی نجی زندگی اور ذاتی حالات کیا ہیں؟ وہ سچا ہے یا جھوٹا؟ منہاج نبوت تو بڑی چیز ہے۔ اس کی زندگی صلحائے اُمت یا عام راستباز اور شریف النفس مسلمانوں کے معیار پر بھی پوری اترتی ہے یا نہیں؟

کتاب کی تمہید میں مولانا لکھتے ہیں:۔

"ایک مختصر بات عام فہم کہنا چاہتا ہوں اُسے ملاحظہ کیا جائے حضرت مسیحؑ کے آنے کی خبر جناب سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دی اور صحابہؓ اور تابعین اور تمام علمائے دین نے اس پر یقین کیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ بڑی اہتمام بالشان خبر ہے، اور نہایت ظاہر ہے کہ یہ اہتمام اور شان صرف اس وجہ سے ہے کہ ان کی ذات مقدس سے دینی فائدہ بہت کچھ ہوگا۔ مسلمانوں کی دینی اور دنیاوی حالت ان

کی برکت سے درست ہو جائے گی۔ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ اس وقت مسلمانوں میں بغض و عداوت نہ رہے گا، روپے پیسے کی وہ کثرت ہوگی کہ کسی مسلمان کو ہدیہ اور تحفہ لینے کی طرف توجہ نہ ہوگی، دنیا بھر میں دین اسلام کو غلبہ ہوگا۔ ان میں سے کسی بات کا شائبہ بھی مرزا صاحب کے وجود سے نہیں پایا گیا۔ بلکہ سب باتیں برعکس ہیں۔ غور سے دیکھا جائے کہ مسلمانوں میں کس قدر بغض و عداوت ہے۔ کس قدر افلاس ہے۔ اور دنیا میں کس قدر تفرقِ ادیان ہے۔ اور پھر یہ کہ اسلام کس قدر ضعیف ہوگیا ہے"

(فیصلہ آسمانی ص۔)

آگے ایک جگہ لکھتے ہیں:۔

"اگر مرزا صاحب اپنے دعوے میں سچے ہوتے تو اُن کے صحبت یافتہ زمانہ کے لوگوں سے نرالا ڈھنگ رکھتے کہ ہر طرف سے نبوت کی نگاہ ان پر پڑتی، مگر حالت اس کے برعکس ہے"

(فیصلہ آسمانی ص۔)

مولانا لکھتے ہیں کہ دوسرا طریقہ علماء کے لئے مفید ضرور ہے لیکن عام مسلمانوں کی اصلاح کے لئے زیادہ کارگر نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ مولانا نے کتاب کے پہلے حصے میں یہی آخری طریقہ اختیار کیا ہے اور ان کے نجی حالات اور اقوال و پیشگوئیوں کو ان کے برسرِ حق یا برسرِ باطل ہونے کا معیار بنایا ہے اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہیئے کہ وہ سچائی میں سب سے اوّل درجہ رکھتا ہے یا نہیں؟ اگر ذرا بھی سچائی میں گرا ہوا پائیں تو اس سے اجتناب کریں۔ میں نے اس رسالہ میں اسی طریقے کو اختیار کیا ہے کہ خاص و عام اس سے مستفید ہوں اور بذاتِ خود فیصلہ کر سکیں

مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ ہمارے صدق یا کذب کو جانچنے کے لئے ہماری پیشگوئی سے بڑھ کر اور کوئی امتحان نہیں ہو سکتا۔ (آئینہ کمالات اسلام ص۔)

اس لئے میں نے ان کی پیشگوئیوں پر نظر کرنا مناسب سمجھا اور پیش گوئیوں میں اس پیش گوئی کو اختیار کیا جو ان کے (مرزا صاحب) کے نزدیک نہایت عظیم الشان ہے اور جس شرح سے اُن کے نوقِ تقدس کا حال طالبِ حق روشن دلیل سے معلوم کر سکیں"۔

(فیصلہ آسمانی ص۔)

کتاب کا پہلا حصہ مرزا صاحب کی "منکوحۂ آسمانی" سے متعلق ہے۔ اور اس میں تفصیل اور وضاحت کے ساتھ اُن کے سارے الہامات اور پیشگوئیوں کو حقیقت اور واقعہ کے لحاظ سے اس طرح غلط اور جھوٹا ثابت کیا گیا ہے کہ کوئی انصاف پسند اور غیر جانبدار انسان مطمئن ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا، دوسرے اور تیسرے حصوں میں ان کی مزید غلط بیانیوں اور دعووں کا پردہ فاش کیا ہے اور آیاتِ قرآنیہ، احادیثِ نبویہؐ دلائلِ عقلیہ، حالاتِ موجودہ اور واقعاتِ گذشتہ ہر پہلو سے ان کے کذب و افترا، غلط بیانی اور فریب دہی کے ایک ایک جزو کی تشریح کی ہے اور ان کے سارے دلائل کا مکمل پوسٹ مارٹم کیا ہے۔

دوسرے حصہ میں خود مرزا صاحب کی زبان سے ایسے اقوال پیش کئے ہیں۔ جو اُن کے خلاف پڑتے ہیں۔ اور وہ اُن کے کاذب یا صادق ہونے کا فیصلہ کرنے کے لئے کافی ہیں۔ نیز اُن باتوں کی تردید کرتے ہیں جو مرزا صاحب نے قرآن و حدیث کی طرف منسوب کی ہیں۔ اور قرآن و حدیث ان سے بری ہے اس کتاب کے مطالعہ سے مولانا کے وسعتِ علم و مطالعہ، معاملہ فہمی اور ذہنِ رسی حقیقت پسندی اور دلنشین، مؤثر اور سادہ طرزِ تحریر کا پورا اندازہ ہوتا ہے جو کتاب کی ایک ایک سطر سے نمایاں ہے، کسی گنجلک اور پیچیدہ طرزِ تحریر کمزور استدلال یا کسی الجھانے والے مسئلے سے کتاب بالکل پاک ہے۔ اور یہی کتاب کی سب سے بڑی خصوصیت اور قیمت ہے۔

مرزا صاحب نے اپنے کمال و اعجاز کے ثبوت کے لئے "اعجاز احمدی" لکھی یا لکھوائی تھی اور اس کا دعویٰ کیا تھا کہ اس رسالہ اور قصیدۂ اعجازیہ کی ادبی بلاغت اور فنی کمال کی نظیر کوئی دوسرا شخص نہیں کر سکتا۔ مولانا نے اس قصیدہ کا بہت پرلطف قصہ بیان کیا ہے۔ اور اس سارے جال کا تار و پود بکھیر دیا ہے جو مرزا صاحب نے علماء اور عام مسلمین دونوں کو بیک وقت فریب دینے کے لئے پھیلایا تھا بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ وہ اس جال میں خود ہی گرفتار ہوگئے اور یہ تدبیر اُن کے لئے اُلٹی پڑگئی۔

مرزا صاحب نے ۵ نومبر ۱۸۹۹ء میں یہ اعلان کیا تھا کہ:۔

"اے میرے مولا! اگر میں تیرے حضور میں سچا ہوں تو ان تین سالوں کے اندر جو جنوری ۱۹۰۰ء سے آخر دسمبر ۱۹۰۲ء تک ختم ہو جائیں گے کوئی ایسا نشان دکھلا! جو انسانی ہاتھوں سے بالاتر ہو اگر تین برس کے اندر میری تائید اور تصدیق میں کوئی نشان نہ دکھلا دے، تو میں نے اپنے لئے یہ قطعی فیصلہ کر لیا ہے کہ اگر میری یہ دُعا قبول نہ ہو تو میں ایسا ہی مردود اور ملعون اور کافر اور بے دین اور خائن ہوں، جیسا کہ مجھے سمجھا گیا۔"

مولانا لکھتے ہیں:۔

"اس دعا کے بعد (مرزا صاحب) تین برس تک اسی فکر و تجویز میں رہے کہ کوئی نشان تراش کر مسلمانوں کو دکھایا جائے۔ تاکہ میں اپنے اقرار سے ملعون اور کافر قرار نہ پاؤں، میرے خیال میں انہوں نے یہ تدبیر سوچی کہ ہندوستان میں عربی ادب کا مذاق نہیں ہے اس لئے ایک عربی قصیدہ لکھوا کر اور اُس کی تمہید اُردو میں لکھ کر رسالہ شائع کرکے اعجاز کا دعوےٰ کیا جائے۔ اس زمانے میں ایک عرب طرابلس کے رہنے والے ہندوستان میں آئے ہوئے تھے۔ جا بجا وہ پھرتے رہے۔ اور حیدر آباد میں اُن کا قیام زیادہ رہا ہے۔ یہ عربی کے شاعر تھے اور مزاج میں آزادی بھی شاعروں کی سی رکھتے تھے، اس شہر میں مرزائی زیادہ ہیں، انہوں نے مرزا صاحب سے ربط کرا دیا اور خط و کتابت ہونے لگی۔ انہوں نے قصیدہ کی فرمائش کی، عرب صاحب نے قصیدہ لکھ دیا۔

مولانا محمد رسول صاحب پورنیوی بھاگلپوری کہتے ہیں کہ حیدر آباد میں میں نے اس سے ادب کی بعض کتابیں پڑھی ہیں۔ بڑا ادیب تھا کہتا تھا کہ مجھے روپیہ کی ضرورت پیش آئی تھی، میں نے مرزا کو لکھا، اُس نے قصیدہ لکھوایا میں نے لکھ دیا۔ اس نے روپے مجھے دیئے۔"

(فیصلہ آسمانی صفحہ ۔)

اس شخص نے جان بوجھ کر کچھ ایسی غلطیاں بھی قصیدہ میں شامل کردی تھیں جو اہل زبان سے مستبعد ہیں۔ اس کے متعلق مولانا لکھتے ہیں:۔

"سعید (شاعر کا نام) مرزا کو جھوٹا جانتا تھا اور یہ بھی جانتا تھا کہ عربی ادب سے مرزا کو مَس نہیں ہے۔ اس لئے اس نے قصداً یہ غلطیاں رکھیں تاکہ اہل علم اس سے واقف ہوکر اسکی تکذیب کریں۔ چونکہ عرصہ تک ہند میں رہا ہے اور بعض علوم عقلیہ اُس نے یہاں پڑھے ہیں، اس لئے وہ ہندی محاورات سے بھی واقف تھا اس لئے مرزا صاحب کو فریب دیا۔ اور بعض ہندی الفاظ بھی قصیدہ میں داخل کردیئے الحاصل یہ قصیدہ مرزا صاحب کا اعجاز نہیں ہے۔ اگر اسے اعجاز کہا جائے تو سعید شامی کا اعجاز ہوگا۔"

غرض کہ کتاب کے تینوں حصّوں میں مرزا صاحب کی ایک ایک دلیل، ایک ایک اعجاز اور الہام و پیشگوئی کو لے کر عقل و نقل ہر پہلو سے اس پر کلام کیا ہے اور بغیر کسی جارحیت اور جذباتیت

کے اس پر علمی طور پر ایسی تنقید کی ہے جو ہر طبع سلیم کے کے لئے قابل قبول ہو۔ اور وہ لوگ جو کسی ضد اور شرارت کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنی سادہ لوحی اور عقیدت مندی یا کسی اور قسم کے ذہنی وقلبی تاثر کے ماتحت اس کا شکار ہوگئے ہیں۔ ان پر وہ اصل حقیقت ظاہر ہو جائے جو منطقی بحثوں، نکتہ آفرینوں خالص علمی مباحث اور اختلافی مسائل کے پردے میں چھپ کر عام مسلمانوں کی نظروں سے اوجھل ہوگئی ہے اور جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان کو مرزا صاحب کی زندگی اور اقوال و اعمال سے وہ نفرت اور بے زاری پیدا نہیں ہوتی جو مطلوب ہے اور کمال ایمان کی علامت ہے۔

جو اسلوب اور طرز استدلال مولانا نے اختیار کیا عام اصلاح اور ہدایت کے لئے اس سے بہتر اسلوب کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ اور نہ وہ صرف اس درجہ مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ اس میں دماغوں کو علمی اور واقعاتی طور پر مطمئن کرنے اور دلوں میں اس نئے دین کی طرف سے نفرت و بیزاری پیدا کرنے کی پوری صلاحیت موجود ہے۔

فیصلۂ آسمانی کا تیسرا حصہ پہلی مرتبہ ۱۳۳۲ھ میں چھپا تھا۔ اور اس میں مرزائیوں کو چیلنج کیا گیا تھا کہ وہ اس کا جواب دیں ۱۳۳۳ھ میں اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا اور اس میں اعلان کیا گیا کہ جو شخص اس کتاب کا جواب دے گا اس کو تین ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا۔ لیکن کسی ایک قادیانی نے بھی اس کا جواب دینے کی ہمت نہ کی۔

فیصلۂ آسمانی کا خلاصہ انگریزی میں بھی کیا گیا لیکن شاید اس کے شائع ہونے کی نوبت نہ آسکی۔

شہادتِ آسمانی

مولانا کی دوسری اہم تصنیف "شہادت آسمانی" ہے، یہ دو حصوں میں ہے۔ پہلی "شہادت آسمانی" اور دوسری "شہادت آسمانی" ۱۳۱۲ھ کے رمضان میں چاند اور سورج میں ایک ساتھ گہن ہوا۔ مرزا صاحب نے اس واقعہ کو بڑے فخر سے اپنے حق میں ایک آسمانی شہادت کے طور پر اپنی مہدویت کے ثبوت میں پیش کیا، اور یہ اعلان کیا کہ:۔

"حدیث میں آیا ہے کہ ان دونوں گہنوں کا اجتماع امام مہدی کی علامت ہے اسلئے مرزا صاحب کی مہدویت ثابت ہوگئی"

ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ:۔

"رمضان میں ان دو گہنوں کا اجتماع کسی مدعی مسیحیت یا مہدویت کے زمانہ میں نہیں ہوا صرف ان ہی کے عہد میں ہوا ہے"

قادیانیوں میں اس بات کا بڑا ذکر تھا کہ اور وہ اس کو ہر جگہ مرزا صاحب کی صداقت کے ثبوت میں پیش کیا کرتے تھے مولانا نے یہ کتاب "شہادت آسمانی" در اصل اسی خیال کی تردید میں لکھی ہے۔ اور بہت مدلل طریقے پر اس دعوے کو غلط ثابت کیا ہے۔

سب سے پہلے مولانا نے یہ ثابت کیا ہے کہ اس دعوے کی بنیاد مرزا صاحب نے جس حدیث پر رکھی ہے وہ حدیث اس لائق ہرگز نہیں ہے کہ اس سے یہ عقیدہ ثابت کیا جائے کہ مہدی موعود کے وقت میں ایسے گہنوں کا ہونا ضروری ہے۔ اور وہ گہن امام مہدی کی علامت ہیں۔ دوسری بات انہوں نے یہ ثابت کی ہے کہ ۱۳۱۲ھ کا گہن ایک معمولی گہن تھا جو اپنے وقت پر ہوا اور اس طرح کے گہن پہلے بھی بہت ہو چکے ہیں۔

چنانچہ پہلے اپنے قول کی تائید میں ایک ماہر ہیئت مسٹر کیتھ کی کتاب (USE OF GLBBE) جو لندن میں ۱۸۷۹ء میں چھپی، اور ایک ضخیم فارسی کتاب "حدائق النجوم" جو ہیئت فیثا غورثی کے بیان میں ہے اور ۱۱۵۸ صفحات پر مشتمل ہے پیش کی۔ انھوں نے لکھا ہے:۔

"مسٹر کیتھ نے سو برس (یعنی ۱۸۰۱ء سے ۱۹۰۱ء تک) کی فہرست دی ہے۔ اس فہرست سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سو برس کے عرصہ میں سورج اور چاند کا مشترکہ گہن رمضان مبارک میں پانچ مرتبہ ہوا ہے۔"

منظور احمد خاں ڈیرہ غازیخاں

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے ساتھی رضوان اللہ علیہم اجمعین

حضرت مولانا بدر عالم صاحب مہاجر مدنیؒ

عَنْ انسؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم مَثَلُ اَصْحَابِیْ فِیْ اُمَّتِیْ کَالْمِلْحِ فِی الطَّعَامِ لَا یَصْلُحُ الطَّعَامُ اِلَّا بِالْمِلْحِ قَالَ الْحَسَنُؓ فَقَدْ ذَهَبَ مِلْحُنَا فَکَیْفَ یَصْلُحُ (رواہ فی شرح السنۃ، مشکوٰۃ ص ۵۵۴)

ترجمہ: انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری تمام امت میں میرے صحابہؓ کی مثال (یعنی وہ لوگ جنہوں نے مجھ کو ایمان کے ساتھ ایک بار بھی دیکھ لیا ہے یا انہیں میری صحبت نصیب ہوئی اور اسی حالت پر ان کا خاتمہ ہو گیا) ایسی ہے جیسا نمک کھانے میں کہ جیسے کھانا نمک کے بغیر اچھا اور لذیذ نہیں ہو سکتا اسی طرح میری امت کی اصلاح میرے صحابہ کی اتباع کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ حسنؓ صحابہ کے دور کے گزرنے پر بڑی حسرت کے انداز میں یہ فرماتے ہیں کہ جب ہمارا نمک ہی ختم ہو گیا تو اب ہمارے دین میں لذت کہاں اور کیسے؟

قرآن کریم میں ارشاد ہے وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ اور تیرا رب پیدا کرتا ہے جو چاہے اور پسند کرے جس کو چاہے ان کے ہاتھ میں نہیں پسند کرنا (پارہ ۲۰ رکوع ۱۰) خلاصہ یہ ہے کہ تیرے پروردگار کی شان یہ ہے کہ وہ جو چاہے پیدا کرتا ہے اور اس میں سے جس کو چاہے انتخاب فرما لیتا ہے یعنی جس طرح پیدا کرنا یہ خاص اس کی صفت ہے اس میں کوئی اس کا شریک نہیں مثلاً زمین میں اس نے مکہ مکرمہ کو بیت اللہ کے لیے انتخاب فرمایا اور مدینہ منورہ کو اپنے حبیب پاکؐ کے دفن ہونے کے لیے انتخاب فرمایا اسی طرح انسانوں میں سے جس کو چاہا اپنی رسالت کے لیے منتخب فرمایا اور رسولوں میں سے جس کو چاہا اپنا حبیب بنانے کے لئے انتخاب فرمایا صلوٰت اللہ و سلامہ علیہ، پھر جس طرح اپنے حبیب پاک کی زوجیت کے لیے صنف نساء میں سے چند عورتوں کا انتخاب فرمایا اسی طرح آنحضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابیت کے تمام عالم میں سے چند نفوس قدسیہ کا انتخاب فرمایا یہ سب انتخابات اسی خدا وحدہٗ لاشریک لہٗ کی صفت اختیار کے ماتحت ہیں جس میں کسی کا کوئی دخل نہیں اور نہ کسی کو اس سے باز پرس کرنے کا کوئی حق ہے

اب آپ سوچ لیجئے کہ جو عالم میں خدائی انتخاب کے ماتحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شرف صحبت کیلئے چنے گئے ہوں گے وہ کیسے قیمتی اور پاک نفوس ہوں گے، لہٰذا ان کا کیا پوچھنا جو تمام جہان سے آپ کی فیض صحبت کیلئے منتخب ہوئے خدا کی کتاب اور خدا کا دین انہیں کے ذریعہ سے دنیا میں پھیلا اور انہیں کے دم سے یہ دین ہم کو نصیب ہوا۔ وہی قرآن کے سب سے پہلے حامل تھے اور وہی سب سے پہلے اس پر عمل کرنے والے تھے جنہوں

ملۃ اسلامیہ کا بین الاقوامی ہفت روزہ — ختم نبوت

نے سب سے پہلے دین کے لیے اپنا وطن چھوڑا، تجارت اور مال و دولت سے منہ موڑا اور وہی تھے جنہوں نے سب سے پہلے دین کے واسطے اللہ اور رسولؐ کی محبت میں اپنی گردنیں کٹوائیں اور شوق وذوق سے اپنی بیویوں کو بیوہ بنایا اور اپنے پیارے بچوں کو یتیم بنایا اور یہ سب کچھ اتنی خوشی سے کیا گویا ان تمام قربانیوں کے لیے ہی وہ پیدا کئے گئے تھے۔ انہیں کے تذکروں سے قرآن کریم بھرا پڑا ہے اور زمین کا چپہ چپہ انکی سچی قربانیوں کی گواہی دے رہا ہے تاریخ ان کے زریں کارناموں کو یاد کرکے رو رہی ہے اور زمین و آسمان انکی شہادت پر بے ساختہ گواہی دے رہے ہیں۔ یہ انکی مدح سرائی نہیں بلکہ حقیت اور حقیقت ہے اور وہ حقیقت ہے جس کے اظہار سے قلم درماندہ اور زبان عاجز ہے۔

حسب بیان انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعض ناصر، حوارئین یعنی صحابیوں نے اپنے رسول پاکؐ کے ساتھ غداری کی اور خود انجیلوں کے بیان کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی گرفتاری میں خاص حصہ لیا۔ لیکن خدا کے آخری پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام رضؓ نے ایک موقع پر بڑے جوش وخروش کے ساتھ یہ جواب دیا کہ اے خدا کے پیارے رسولؐ ہم وہ نہیں جو اصحاب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح یہ کہہ دیں کہ فَاذْهَبْ أَنتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ سو تو جا اور تیرا رب اور تم دونوں لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں (پ ۶۔ رکوع ۸) یعنی اے موسیٰؑ بس تو اور تیرا رب جاکر ہمارے دشمنوں سے لڑو اور ہم تو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم وہ ہیں کہ اگر آپ ہم کو حکم دیں گے تو ہم بلا کسی پس وپیش کے اسی دم اپنے گھوڑوں کو سمندر میں ڈال دیں گے۔

آں نہ من باشم کہ روز جنگ بینی پشت من
آں منم کہ اندر میان خاک و خوں بینی سرے

یہ صرف ان کے زبانی دعوے نہ تھے بلکہ ہر موقع مدت العمر اپنے اعمال و اقوال سے اس کا ثبوت دیتے رہے سورۂ فتح کے آخر میں ان کا نقشہ جس انداز میں کھینچا گیا ہے اس کو لکھے بغیر قلم نہیں رہتا۔ مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول ہے اللہ کا اور جو لوگ اس کے ساتھ ہیں زور آور ہیں کافروں پر، نرم دل ہیں آپس میں (پ ۲۶ رکوع ۱۲) کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اور ان کی صداقت کا بدیہی ثبوت وہ نفوس ہیں جو ہمہ وقت ان کے گردو پیش انکی صحبت میں رہتے ہیں، کیونکہ یہ ایک قاعدہ ہے کہ انسان کی اولوالعزمی اور بلندی پہچاننے کا معیار اس کے رفقاء ہم نشین یعنی اس کی سوسائٹی ہوتی ہے۔

یہاں آپؐ کے فیضِ صحبت یافتہ نفوس کے جن چیدہ صفات کا تذکرہ کیا گیا ہے ان میں سے چند یہ ہیں کہ وہ باہم تو بہت نرم دل اور ہمدرد ہیں لیکن دشمنِ خدا اور دشمن رسولؐ کے مقابلہ میں بڑے سخت اور کڑے، ان کی عبادت الٰہی کا نقشہ دیکھنا چاہو تو اس طرح دیکھوگے گویا وہ ہمہ وقت نمازوں میں سربسجود ہیں، پھر نیت کے اتنے بلند کہ دنیوی کسی طمع کا ان کے دلوں میں نام نہیں صرف ایک رضائے الٰہی اور اس کے فضل کے متلاشی نظر آئیں گے۔

آں تہی خواہم کہ گر دو قسمت جانے من
وائے بر من گر نشد راضی ز من مولائے من

اس شعر میں گویا ان ہی کی کیفیت کی حکایت ہے۔

نمازوں کی پابندی خصوصًا تہجد کی نماز سے ان کے چہروں پر خاص قسم کا نور اور رونق ہے گویا خشیت و تضرع اور حسن نیت و اخلاص کی شعاعیں باطن سے پھوٹ پھوٹ کر ظاہر کو روشن کر رہی ہیں۔ حضرتؐ کے اصحاب اپنے چہروں کے نور اور متقیانہ چال ڈھال سے لوگوں میں الگ پہچانے جاتے تھے۔ پہلی کتابوں میں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کی ایسی ہی شان بیان کی گئی تھی، چنانچہ بہت سے غیر متعصب اہل کتاب ان کے چہرے اور طور طریق دیکھ کر بول اٹھتے تھے کہ واللہ یہ تو مسیحؑ کے حواری

معلوم ہوتے ہیں۔

قرآن کریم میں صحابہؓ کی مثال ان آیات میں کھیتی کی سی بیان کی گئی ہے کہ جب دانہ پھٹ کر زمین سے باہر نکل آتا ہے تو وہ اس کمزور حالت میں ہوتی ہے کہ ذرا سی ٹوٹے تو خشک ہو کر رہ جائے لیکن رفتہ رفتہ قدرت اس کو اتنا مضبوط اور قوی بنا دیتی ہے کہ وہ لمبی لمبی شاخوں پر خود کھڑی ہو کر لہلہاتی ہوئی نظر آنے لگتی ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کی بڑھتی ہوئی شان دیکھ کر جو کافر ہیں وہ جلے مرتے ہیں کہ یہ مٹھی بھر کمزور مسلمان ذرا سی مدت میں اس قابل کیسے ہو گئے کہ وہ خود اپنے پیروں پر کھڑے ہو کر اتنے مضبوط ہو گئے کہ مخالفین ان کا بال بیکا بھی نہیں کر سکتے۔

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فوائد میں لکھتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں کوئی ایک دو فرد داخل ہوئے پھر انکی تعداد بڑھتی گئی اور بڑھتے بڑھتے فوج در فوج لشکر در لشکر بن گئے اور آخر کار تمام عالم پر غالب آ گئے۔ صحابہؓ کی شانِ رحمت و غلظت کے متعلق تشریح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ یہ صفات ہر انسان میں بھی ہوتی ہیں لیکن فطری صفات کا ظہور اچھے اور برے محل کی تمیز نہیں کرتا یعنی جو رحم دل ہے وہ ہر جگہ رحمدل ہے اور جو کڑوے مزاج کا ہے وہ ہر جگہ کڑوے مزاج کا رہتا ہے لیکن جب یہ صفتیں ایمان سے پھوٹ کر نکلتی ہیں تو پھر ان کے ظہور کا محل علیحدہ علیحدہ ہو جاتا ہے یعنی نرمی اس جگہ ہوتی ہے جہاں نرمی چاہئیے اور سختی اس محل پر ہوتی ہے۔ جہاں اس کی ضرورت ہے علماء نے لکھا ہے کہ کسی کافر کے ساتھ احسان اور حسن سلوک سے پیش آنا اگر مصلحتِ شرعی ہو تو مضائقہ نہیں مگر دین کے معاملہ میں وہ تم کو ڈھیلا نہ سمجھے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مناقب میں یوں تو صحیح حدیثوں کے انبار لگے ہوئے ہیں لیکن جس حدیث کو یہاں میں نے انتخاب کیا ہے وہ صرف اس لئے انتخاب کیا ہے کہ اپنے دورِ شباب میں جب کبھی میں نے انجیل کا مطالعہ کیا تھا تو ہر چند کہ وہ محرف ہو چکی ہے لیکن اس کا ایک فقرہ اتنا موثر ہے۔ کہ اس کا اثر آج تک میرے دل میں تازہ محسوس ہوتا ہے اس وقت اس کا جو مضمون میرے دماغ میں ہے اس کے الفاظ قریب قریب یہ ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں "دیکھو تم دنیا کا نمک ہو لیکن اگر نمک کا مزہ جاتا رہے تو پھر وہ کس چیز سے نمکین کیا جائے گا۔"

یہی آپ کے سامنے آنحضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے صحابہؓ کے متعلق ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں کہ میرے صحابہؓ سے دین کی رونق اور دین کا مزہ اسی طرح ہے کہ جیسے کھانے کا مزہ نمک سے، مگر یہ وہ نمک نہ تھے جن کا مزہ جاتا رہا بلکہ جب تک وہ دنیا میں موجود رہے۔ دین اور دنیا ان کے وجود سے لطف اندوز ہوتے رہے اور جب وہ گذر گئے، راوی ان کو حسرت سے یاد کر کے ان کا نوحہ ان الفاظ میں کر رہا ہے کہ ہائے جب ہمارا نمک ہی باقی نہ رہا تو ہمارے دین میں مزہ کیا باقی رہے گا۔

صحیح مسلم میں ابو بردہؓ اپنے والد ماجدؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر مبارک کو آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا اور آپؐ کی اکثر عادتِ مبارکہ یہی تھی کہ وحی کے انتظار میں، آسمان کی طرف نظر اٹھایا کرتے تھے، ارشاد فرمایا کہ تارے جب تک جگمگا رہے ہیں اس وقت تک آسمان پاش پاش ہونے سے محفوظ ہے اور جب

باقی صفحہ ۱۴ پر

WEEKLY **Khatme-Nubbuwat** · KARACHI
Registered S. No. 3220

بیاد

حضرت والد صاحب

نوّر اللہ مرقدہٗ

گرچہ ہم پی نہ سکے جام ، حرارت تو رہی
کچھ ملا یا نہ ملا ، ان کی عنایت تو رہی

اب تو پہلے سے بھی بڑھ کر ہے دل ان کا عاشق
وہ اگر چل بھی دیئے ان کی محبت تو رہی

ان کی فرقت کے زخم دل پہ رہیں گے آباد
خشک اگر ہو بھی گئے اشک ، علامت تو رہی

آج وہ خود نہیں ہم بزم ہمارے لیکن
ان کی وہ صورتِ زیبا نہیں ، سیرت تو رہی

تُو تو ایک ایک کلی کے لیے جان دیتا تھا
جانے والے ، یہاں پھولوں کی حفاظت تو رہی

تجھ کو جس آنکھ سے ایک قطرہ بھی برداشت نہ تھا
آج اس رُخ پہ قیامت ہے ، قیامت تو رہی

آخری وقت میں اے کاش میں ہوتا تیرے پاس
چشتیاؔ ان کی یہ حسرت تھی یہ حسرت تو رہی

چشتی